فرق بین مقدره و محذوف

عربی گرامر میں مقدره اور محذوف دونوں اصطلاحات ایسی چیزوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں جو عبارت میں بظاہر نظر نہیں آتیں، لیکن ان کے درمیان ایک اہم فرق ہوتا ہے۔

مقدره: قَدَّرَ - يُقَدِّرُ - قَدِّر (باب تفعيل) to estimate, to suppose, to be understanding.

مقدره کا لفظ تقدیر سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے مانا ہوا یا پوشیده۔ گرامر میں اس سے مراد وہ اعراب (ضمة ،فتحة ،کسرة) وہ حالت جو لفظ پر موجود تو ہوتی ہے مگر زبان سے ادا نہیں ہو سکتی یا لکھی نہیں جاتی۔

یہ عام طور پر حروف علت (ا،و،ی) مشی یمشي، (ألف المقصورة) عصا ،قاضی،فتی جہاں حرکت کا پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔

مثال: جاء الفتىٰ the boy came یہاں 'الفتیٰ' فاعل ہے، لیکن الف مقصورة کی وجہ سے یہاں ضمه مقدره ہے۔

(فاعل مرفوع وعلامة رفعه ضمة مقدرة)

رَأَيتُ الفتى I saw the boy یہاں الفتى مفعول به ہے (مفعول به منصوب وعلامة نصبه فتحة مقدرة)

لفظ موجود ہوتا ہے، مگر اس کا اعراب چھپا ہوتا ہے۔

محذوف: حَذَفَ- يَحْذِفُ- احذِفْ to omit ,to erase, to take out

محذوف (اسم مفعول) cancelled, removed, skipped

محذوف" کا لفظ 'حذف' سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے "گرا دیا گیا" یا "نکال دیا گیا"۔

گرامر میں اس سے مراد وہ لفظ، جملہ یا حرف ہے جو عبارت سے مکمل طور پر غائب ہو، لیکن اس کے معنی وہاں موجود ہوں۔ یہ عموماً اختصار کے لیے یا قرینہ (اشارہ) موجود ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

مثال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہاں شروع میں ایک فعل محذوف ہے، یعنی: أبدأُ میں شروع کرتا ہوں (فعل محذوف تقدیرہ أَبدأُ)

چونکہ معلوم ہے کہ کام شروع کیا جا رہا ہے، اس لیے فعل کو حذف کر دیا گیا مگر ذہن اسے تسلیم کرتا ہے

لیکن جب قرآنِ پاک میں "لَقَدْ" کا لفظ آتا ہے تو عموماً وہاں ایک قسم چھپی ہوئی ہوتی ہے جسے گرامر کی زبان میں قسمِ مقدرہ کہا جاتا ہے حذف نہیں۔

محذوف اور مقدرہ کا فرق:

آپ شاید سوچ رہے ہوں گےکہ اسے قسم محذوف کیوں نہیں کہا گیا مقدرۃ کیوں؟

محذوف تب کہتے ہیں جب ہم صرف یہ بتانا چاہیں کہ لفظ گر گیا ہے۔مقدرہ یہاں اس لیے استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک "گرائمر کی حالت" کو ظاہر کر رہا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ قسم مقدر ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ پورا کلام اس قسم کے زیرِ اثر ہے اور اس کا اثر (تاکید) جملے میں موجود ہے۔

عربی بلاغت میں جب کسی چیز کی اہمیت بہت زیادہ ہو تو اسے مقدر to exalt, to esteem, power, strength مانا جاتا ہے تاکہ سننے والے کا ذہن خود اس کی طرف منتقل ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ"
(بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا)۔

یہاں قسم موجود ہے جو کہ اصل میں واللہِ یا تاللہِ ہے۔گرامر کے اسکالرز اس عبارت کی تقدیر (Assumed structure) یوں کرتے ہیں وَاللّٰہِ یا تاللہِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

قرآن میں جہاں بھی لَقَدْ آتا ہے، وہاں لام اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ یہاں ایک قسم چھپی ہوئی ہے۔ چونکہ وہ قسم لکھی نہیں گئی ہوتی لیکن اس کا اثر اور معنی موجود ہوتا ہے، اس لیے اسے "قسمِ مقدرہ" کہتے ہیں۔